قابل اطلاع

بعدالت عظمیٰ ہندوستان

بااختیارات اپیلات دیوانی

دیوانی اپیل نمبرات 7185-7184 سال 2013ء

جے۔ایس لوتھرا اکیڈمی وغیرہ (اپیلانٹ)

بنام

جموں کشمیر سرکار وغیرہ (جواب دہندگان)

فیصلہ

موہن۔ایم۔شنا تنا گودھر جے

(۱) یہ فیصلہ جو جموں وکشمیر عدالت عالیہ کے دو ججوں کی بیٹھک نے ایل پی اے (او۔ڈبلیو) 38 سال 2008 اور ایل پی اے (او ڈبلیو) نمبر 39 سال 2008 میں مورخہ 1 اپریل 2009ء کو سنایا تھا یہی فیصلہ اپیلوں کا بنیادی موضوع ہے۔

(۲) مختصر حقائق جو ان اپیلوں کا باعث بنے ہیں وہ یہ ہیں کہ اپیلانٹ جے اس لوتھا اکیڈمی جو کہ ایک تعلیمی ادارہ ہے اور یہ ادارہ پہلے وقف املاک جموں میں موجود تھا۔ بعد میں ۲۷/ دسمبر ۱۹۹۵ء کو ایک حکم نامہ کے تحت اُس اتھارٹی نے جو کہ جموں کشمیر وقف ایکٹ ۱۹۷۸ء کے تحت تشکیل دی گئی تھی اُس نے اس ادارے کو اس املاک سے باہر کرنے کا حکم دیا۔اسی حکم نام کے خلاف اس اکیڈمی نے جموں وکشمیر سپیشل ٹربینل میں کوچ کیا اور اس ٹربیونل نے ۹ رجنوری ۱۹۹۶ء کو ایک حکم امتناعی صادر کیا۔اس عرصہ کے درمیان اکیڈمی نے اپنی نمائندگی سرکار کو پیش کی جس میں یہ درخواست کی گئی کہ اسے ایک چھوٹا سا زمین کا ٹکڑا فراہم کیا جاوئے جس پر وہ اپنے تعلیمی ادارے کو تبدیل کر کے کھول سکے،متعلقہ وزیر نے ایک بیٹھک میں جو بیٹھک ۱۴/ جنوری ۱۹۹۸ء کو ہوئی،اس میں اس تفویض کے بارے میں غور وخوض کیا اور

آخر کار ۲۵/جنوری ۱۹۹۹ء کو جموں کشمیر ہوسنگ بورڈ کے منیجنگ ڈائریکٹر نے ایک اطلاع نکالی جس میں یہ تجویز دی تھی کہ ان کے پاس چار کنال زمین چھنی کے سیکٹر دو میں موجود ہے جس کو اس سکول کے لئے تفویض کیا جاسکتا ہے اوراس زمین کی قیمت اَسّی ہزار روپئے فی کنال کے حساب سے دینی ہوگی۔ اُس کے بعد ۲۹/اپریل ۱۹۹۹ء کو ایک بیٹھک منعقد کی گئی اور تمام رسومات پوری کرنے کے بعد یہ چار کنال زمین اس اکیڈمی کے لئے مبلغ اَسّی ہزار روپیے فی کس کنال پٹی کی بنیاد پر چالیس سالوں کے لئے دے دی۔ اکیڈمی کو یہ بھی حکم ہوا کہ وہ پچاس فی صدی رقم کی پیشگی ادا کرے اور بقایا رقم اس کے بعد جمع کرتا رہے۔ ۲۸/جون ۲۰۰۰ء کو ایک اور بیٹھک منعقد ہوئی اس بیٹھک میں جموں وکشمیر ہاؤسنگ بورڈ نے اس حکم نامہ کی پیروی کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ دو کنال زمین اکیڈمی کو مبلغ اَسّی ہزار فی کس کنال کے حساب سے دی جاتی ہے اور باقی کی دو کنال مفت دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ۱۸/اگست ۲۰۰۰ء کو ایک کابینہ کا اجلاس منعقد ہوا تھا۔ جس میں یہ فیصلہ لیا گیا تھا کہ اس مفت تفویض کردہ اراضی کے بدلے جے ڈی اے کو کوئی اور اراضی معاوضے کے طور پر دی جائے ۔ یہ جو اکیڈمی کو اراضی کی الاٹمنٹ ملی تھی اس الاٹمنٹ کی منظوری پرنسپل سکریٹری نے دی تھی۔ آخر کار اکیڈمی نے مبلغ ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپئے اِن دو کنالوں کی اجرت ادا کردی اور باقی کے دو کنال اُسے مفت میں واگزار کردی۔ ایک پٹی نامہ تعمیل کیا گیا۔ اُس کے بعد اکیڈمی نے ایک سکول اس زمین میں تعمیر کیا اوراس کے بعد یہ سکول وقف بورڈ کی اراضی سے تبدیل ہوکر اس جگہ پر شروع ہوگیا۔

(۳) چھنی ہمت کے باشندگان نے ایک رِٹ درخواست نمبر 1093 سال 2002ء دائر کی جس میں یہ پوچھا گیا کہ کس بنیاد پر اکیڈمی کو یہ اراضی الاٹ ہوئی ہے کیونکہ یہ اراضی کھیل کے میدان کے لئے رکھی گئی تھی۔ چونکہ یہ زمین اب اکیڈمی کو الاٹ کی گئی ہے جس کی وجہ سے چھنی ہمت ہاؤسنگ کالونی کے بنیادی منصوبے کی خلاف ورزی کی گئی۔ شری نریش کمار نامی شخص نے جو یونائیٹڈ پبلک سکول چھنی کا

مالک ہے۔اس نے ایک او۔ڈبلیو۔ پی درخواست نمبر 10 سال 2003 دائر کی جس میں اُس نے اس بات پر سوال اٹھائے ہیں کہ اکیڈمی کو کس بنیاد پر یہ زمین فراہم کی گئی ہے جبکہ اس اراضی کی سرکار کو نیلامی کرنی چاہیے تھی، جس کی وجہ سے وہ بھی اراضی کی فراہمی کے لئے درخواست دیتا۔ چوں کہ اُسے بھی اپنے سکول کو بڑھاوا دینے کے لئے اراضی درکار تھی۔ان دونوں رٹ درخواستوں کو جوڑ دیا گیااور دونوں کوایک ساتھ سننے کے بعدان دونوں رِٹ درخواستوں کوایک جج نے خارج کر دیا تاہم دوججوں کی بیٹھک نے اس ایک جج کے دیئے گئے فیصلہ کورد کر دیااوران رٹ درخواستوں کومنظور کرتے ہوئے اس الاٹمنٹ کوختم کر دیا جوالاٹمنٹ اکیڈمی کے حق میں کی گئی تھی اور مندرجہ ذیل مشاہدہ کیا:

’’بورڈ کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ ایک عوامی نیلامی اس اراضی کی کئے جائے اوراسی طرز پر ہونی چاہیئے جوطورطریقہ نجی مدعالیہ کواراضی فراہم کرتے وقت اپنایا گیا تھا۔اس کے علاوہ اس نیلامی کے بارے میں دواخبارات میں جن اخبارات کوعام طور پر جموں میں بانٹا جاتا ہو اِن کے ذریعہ اُن لوگوں کواطلاع دی جائے جولوگ اس زمین پر اپنا ایک سکنڈری سکول بنانے میں دلچسپی رکھتے ہوں۔اس نیلامی میں زیادہ سے زیادہ بولی دینے والے کی قسط لی جاوے۔بورڈ کو یہ بھی ہدایت دی جاتی ہے کہ کم سے کم نیلامی کی بولی ایک لاکھ ساٹھ ہزارروپے مقرر کی جائے اوراس کے علاوہ تعمیری خرچہ بھی ہو۔اگراس نیلامی میں کم سے کم بولی دینے والا بھی کوئی سامنے نہ آیا تو اس صورت میں بورڈ کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ نجی جواب دہندہ سے ایک لاکھ ساٹھ ہزارروپے وصول کر کے ایک نیا پٹی نامہ اُس کے حق میں تیار کیا جائے۔اگر نیلامی میں بولی کی قیمت طے شدہ بولی کی رقم سے تجاوز کر جاتی ہےاور نجی جواب دہندہ اس تجاویز شدہ رقم کونہیں دیتا ہےتو بورڈ اس جواب دہندہ کو کچھ وقت دے کہ وہ اس تجاوز شدہ رقم کو جمع کر سکے۔اوراگراس نے یہ رقم جمع کی تو اس صورت میں اوپر دیئے گئے طریقے سے تعمیری لاگت کوکم کر کے قسط بنائی جائے۔اگرنجی جواب دہندہ دی گئی نیلامی رقم کوادا کرنے میں نا کام ہوجاتا ہے تو اُس

صورت میں بورڈ سب سے زیادہ بولی دینے والے کے حق میں پٹی نامہ تیار کرےاور وہ رقم جو اس سے بولی دیتے وقت وصول کی گئی تھی اس رقم میں سے تعمیری لاگت اوپر دیئے گئے طریقہ سے نجی جواب دہندہ کو ادا کی جائے۔''

(۴) اس موجودہ اپیل میں مقابلہ کرنے والے مدعالیان جو کہ ایک جج اور دو ججوں کی سنوائی میں اصلی رِٹ درخواست گزار تھےانھوں نے غیر حاضر رہنے کا انتخاب کیا ہے۔اگرچہ اُنھیں اطلاع بھی دی گئی تھی۔ وکیل جو اکیڈمی کی طرف سے پیش ہو اُس کی دلیل سنی۔ اُن وکلاء کی دلیلیں بھی سنی گئی جو سرکار اور ہاؤسنگ بورڈ کی طرف سے پیش ہوئے۔وکیل اکیڈمی نے ہمیں اُس مواد کی طرف دھیان کرایا جو فائل میں موجود تھا اور کہا کہ الاٹمنٹ ایک مناسب طریقے سے ہوئی ہے۔اکیڈمی کو وقف املاک کو خالی کرنے کی ہدایت دی گئی تھی۔چونکہ یہ اکیڈمی سینکڑوں طلبہ کے لئے ایک تعلیمی ذریعہ بنا ہوا تھااور اپنی کامیابیوں کی سیڑھیاں ناپ رہی تھی۔ مینجنگ کمیٹی اس اکیڈمی کو بند نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ ایسا کرنا طلبہ کے لئے نقصان دہ ثابت ہوسکتا تھا۔کابینہ جو اس قابل تھی کہ وہ اراضی واگزار کرسکتی تھی اور اسی بنا پر انھوں نے اس معاملے کا غور کیا اور ۱۸؍اگست ۲۰۰۰ء کو ایک فیصلہ لیا جس میں اپیلانٹ کو زمین واگزار کی گئی۔اُس کے بعد طلبہ کی بہتری کے لئے اور معاملے کا جلدی حل کرنے کے لئے سکول کو فوری طور پر تبدیل کردیا گیا تھا۔اس تمام بحث و مباحثہ کا نچوڑ یہ ہے کہ ارضی کی واگزاری عوام کی بہبودی کو نظر رکھتے ہوئے کی گئی تھی نہ کہ اس میں کسی ایک آدمی کی ذاتی دلچسپی کو دیکھا گیا تھا۔

(۵) ریاست جموں وکشمیر کی طرف سے پیش کردہ وکیل نے یہ بتایا ہے کہ جو دو کنال اراضی مفت میں اپیلانٹ کو واگزار کی گئی تھی وہ ایک گورنمنٹ پالیسی کے تحت واگزار کی گئی تھی۔یہ واگزاری صرف اس بنیاد پر کی گئی تھی کہ اُسے اس جگہ سے بے دخل کیا جارہا تھا جہاں پر وہ اپنا ایک سکول چلا رہا تھا۔اس واگزاری کے دو مقصد تھے۔ پہلا مقصد یہ تھا کہ اُس سکول کو عوام کی بہبودی کے لئے لگاتار چلایا جانا

چاہیئے۔ اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ اپیلانٹ کو اُس اراضی سے نکالا جائے جس اراضی پر کافی عرصہ سے مقدمہ چل رہا تھا اور اس اراضی کو ایک طویل عرصے سے چلنے والے قانونی مقدمہ سے آزاد کرایا جائے ۔اس نے مزید یہ بھی کہا کہ نہ تو اس پالیسی کا اُلگھن کیا گیا ہے جو پالیسی کسی تعلیم ادارے کے لئے کوئی اراضی کو دینے کے لئے بنائی گئی ہے اور نہ اس وجہ سے کوئی نقصان ہوا تھا کہ دو کنال اراضی اپیلانٹ کو مفت دی گئی تھی۔ان تمام حالاتِ وواقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے وکیل نے مزید بحث میں اُس فیصلے کا بھی ذکر کیا جس میں اُس اراضی کی واگزاری کو رد کیا تھا جو واگزاری بغیر کسی بولی کے ایک تعلیمی ادارے کو واگزار کی گئی تھی۔اس فیصلہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(a) فیصلے کے پیرا ۳۲ میں پایا گیا ہے کہ ڈولپمنٹ اتھارٹی نے لاگو کردہ پالیسی کا عمل نہیں کیا تھا جو پالیسی یہ بتاتی تھی کہ کس طرح ایک اراضی تعلیمی ادارے کو پٹی پر واگزار کرنی چاہیئے۔اس پالیسی کا نام زمین کی واگزاری کے لئے چنڈی گڑھ سکیم ۱۹۹۶ء ہے۔

(b) فیصلے کے پیرا (۱۷) میں اس بات کو درجہ کیا گیا ہے کہ چنڈی گڑھ کے محکمہ آڈٹ نے یہ پایا ہے کہ اس واگزاری کی وجہ سے عوامی خزانے کو ایک سوانتالیس کروڑ کا خسارہ اٹھانا پڑا ہے۔

آخر میں وکیل نے دلیل دی ہے کہ یہ واگزار کردہ اراضی بڑے منصوبے میں ایک سکول اور کھیل کے میدان کے لئے ہی رکھی گئی تھی ، اس لئے اس اراضی کو واگزار کرتے وقت کہیں پر بھی اس بڑے منصوبے کی خلاف ورزی نہیں کی گئی ہے۔

(۶) کورٹ ہذا نے بہت سارے مقدموں میں جس میں سنٹر فار پبلک انٹرسٹ لٹی گیشن بنام یونین آف انڈیا ۲۰۱۲ تین اس۔سی سی ایک جو کہ 2G مقدمے کے نام سے بھی مشہور ہے، نیچرل رسورسز الوکیشن، منہور لال شرما بنام پرنسپل سیکریٹری (۲۰۱۴ء) نو اس سی سی ۵۱۶ ، بھارتی ایرٹل لمیٹڈ بنام یونین آف انڈیا اور گوا پھونڈیشن بنام سی سا سٹرلٹ لمیٹڈ میں ہدایت نامہ تیار کیا ہے کہ کن کن بنیادوں پر سرکار کو ان

قدرتی ذخائر کو واگزار کرنا ہے۔ اس کے علاوہ پبلک انٹرسٹ لٹی گیشن بنام یونین آف انڈیا (۲۰۱۲) تین ایس سی ایک میں بھی ان قدرتی ذخائر کو واگزار کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اصولوں کا خلاصہ پیش کیا ہے:

''۱۴۔ لائسنس دہندہ کو عجیب وغریب طریقہ کار اپنانے کی آزادی نہیں ہے جیسا کہ دو جی مقدمے میں ظاہر کیا گیا ہے کی یونین کا اختیار دو آئینی حدود کی وجہ سے بازیافت کیا جاتا ہے۔ پہلا یہ کہ ریاست کا کوئی بھی فیصلہ اس قدرتی وسائل کا جائزہ لینے کے لئے جس کا تعلق عوام سے ہے، اس بات کو یقینی بنائے کہ عوام کو مناسب معاوضہ دیا جائے اور دوسرا یہ کہ جو طرز عمل اختیار کیا جائے وہ خودمختار اور صاف وشفاف ہونا چاہئے۔

دو جی مقدمے کا حوالہ دیتے ہوئے اس کورٹ نے اس بات پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ حکومت اصولوں اور رضامندی کے ساتھ کام کرنے کی پابند ہے اور اس بات کی یقین دہانی کرائے کہ ایسی کوئی بھی کارروائی عمل میں نہ لائی جائے جو عوامی مفاد کے لئے نقصان دہ ثابت ہو، اور یہ کہ ایک عوامی املاک کا فیصلہ کرتے وقت ایک عقلی/منطقی طریقہ اختیار کرنا چاہئے، اور اس بات کو بھی یقینی بنایا جائے کہ تقسیم کاری کے وقت بھی ایک بلاامتیاز طریقہ اپنا گیا ہے جو کہ عوامی فلاح وبہبود کے لئے کیا گیا ہوگا۔

وہ اصول جو قدرتی وسائل کو نپٹاتے وقت حکومت کو مدنظر رکھنے چاہئے ان اصولوں کا ذکر آئینی بینچ نے نیچرل سورس الوکیشن ان ری سپیشل رفرنس نمبر ایک (۲۰۱۲) دس۔ اس۔ سی۔ ا کے کیس میں کیا ہے اس کیس کے پیرا نمبر ۱۴۹ میں عدالت ہذا نے مندرجہ ذیل مشاہدہ کیا ہے:۔

''۱۴۹'' اوپر دی گئی ترجیحات کا احترام کرتے ہوئے ہمارے رائے یہ ہے کہ نیلامی کا جو طریقہ ہے اُس طریقے کو آئینی صولوں کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ قدرتی وسائل کی منتقلی ایک حکمت عملی کا فیصلہ ہے، اور جو ذریعہ اُسکو اپنانے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے وہ اُس انتظامیہ کے قوائد کے مطلق ہوتا ہے البتہ

جب اس طرح کی حکمت عملی کے فیصلوں کو سماجی یا فلاحی مقصد کے ذریعے حمایت نہیں ملتی جو قیمتی اور غیر معمولی قدرتی وسائل کو نجی کاروباریوں کو زیادہ سے زیادہ منافع بخش بنانے کی تجارتی حصول کے لئے ان قدرتی وسائل کو منتقل کرتے ہیں۔ اُن کے علاوہ دیگر کوئی بھی حکمت عملی جس میں مقابلے پر مبنی اور زیادہ سے زیادہ محصول کو وصول کرنے والا ذرائع ایک من مانا ذرائع ہوگا جس کو آئین کی ضابطہ ۱۴ کے قہر کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس فیصلہ نے اس بات پر زور دیا کہ اس کا آخر مقصد عوام کی بھلائی ہے اور قدرتی وسائل کی تقسیم کے وہ تمام طریقے جو بالآخر عوام کی بھلائی کی خدمت کرتے ہیں وہ دُرست ہوں گے۔

یہ ایک فائدے کی بات ہوگی اگر ہم یہاں پر اس بات کو تحریر کریں کہ عدالتِ ہٰذا نے مختلف فیصلوں میں جن میں نتائی بیگ وغیرہ بنام مغربی بنگال وغیرہ۔ ۸ (۲۰۰۰) ایس سی سی ۲۶۲۔ پانچ ایم اور ٹی کنسلٹنسن بنام ایس وی نواب (۲۰۰۳) آٹھ ایس سی سی 100 اور ولینٹر ایرکائی یادو کا پو ماتم بنام یونین آف انڈیا (۲۰۰۹) سات ایس سی سی ۵۶۱، جن میں یہ بتایا ہے کہ صرف غیر منقولہ ٹنڈرز کا استعمال اپنے من مانے طریقے سے کیا گیا ہے۔ یہ ایک فائدے کے بات ہوگی اگر ہم نتائی باغ اور نیچریل ریسورس الوکیشن ان ری سے درج ذیل مشاہدے کو دوبارہ پیش کریں تا کہ واضح کیا جاسکے کہ حتمی امتحان صرف فیصلہ سازی کے عمل میں انصاف کے ساتھ ہو اور آئین کی آرٹیکل چودہ کی تعمیل کرتا ہو۔

’’۱۹ اس تحریر سے کوئی جھگڑا نہیں ہوسکتا کہ عام طور پر جب کسی بھی سرکاری اراضی کو منتقلی کا ارادہ کیا جاتا ہے تو وہ منتقلی لوگوں سے ٹنڈر طلب کرنے کے ذریعے یا عوامی نیلامی کے ذریعے منتقل کرنی چاہیے۔ ایسا کرنا آئین کے ضابطہ (۱۴) کے مینڈیٹ کی تعمیل کی ضمانت کا یقینی طریقہ ہوگا۔ آئینی عدالتوں کو مبینہ بے ضابطگیوں یا غیر قانونی کاروائیوں کے لیے مستثنیٰ نہیں کیا جا سکتا نہ ہی عدالتیں

ریاستی ایگزیکٹو کے بے بنیاد رائے کے لیے اپنی رائے تبدیل کر سکتی ہیں۔ عدالتوں کا تعلق حتمی فیصلے سے نہیں بلکہ صرف سچائی سے فیصلہ سازی کے عمل پر ہے۔‘‘

اُپر دیئے گئے اصول منوہار لال شرما کے مقدمے میں بھی دہرائے گئے تھے۔ عدالت ہذا نے اس مقدمے کے پیرا نمبر ۱۰۱ میں یہ مشاہدہ کیا کہ

’’مسابقتی بولی لگانے کے فوائد کی جانچ کرنا عدالت کے اختیار میں نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئلے کے بلاکوں کو تفویض کرنا آئین کے ضابطہ ۱۴ کے موافق نہیں ہے اور اس کا تفویض کرنا طریقہ کار کو غیر منصفانہ، غیر معقول اور غیر شفاف اور آئین کی ضابطہ ۱۴ کے مینڈیٹ کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس طرح کے غیر آئینی یا غیر قانونی تفویض کے نتائج کا نتیجہ ضرور اخذ کرنا چاہے۔

ان فیصلوں کے ذریعہ تیار کردہ قانون کے مقام کا خلاصہ عدالت ہذا نے گوا پھونڈش بنام اسسا سٹلایٹ لمیٹڈ (۲۰۱۸ء) چار ایس سی سی ۲۱۸ میں مندرجہ انداز میں کیا ہے۔

’’ا۔۸۰:۔ یہ واجب نہیں ہے کہ کسی قدرتی ذخیرے کو صرف نیلامی کے ذریعہ یا مسابقتی بولی لگانے کے ذریعے نمٹایا یا تفویض کیا جانا چاہے۔

۲۔۸۰:۔ جہاں زیادہ سے زیادہ منافع کے تجارتی حصولی کے لیے نجی شخص کو قدرتی وسائل کی تقسیم یا تفویض کرنی ہے تو اس صورت میں نلامی اس طرح کی الاٹمنٹ کا ایک زیادہ ترجیح طریقہ ہے۔

۳۔3۸۰:۔قدرتی وسائل کو نلام کرنے کے فیصلے کو لل کارا جا سکتا ہے۔ بشرطکہ اس میں آئین کے ضبط ۱۴ کے تحت کوئی محدود عدالتی جایزہ نہ ہو۔

۴۔۸۰:۔ قدرتی وسائل کو نلامی نہ کرنے کا فیصلہ اور اگر یہ فیصلہ کسی معاشرتی بھلائی یا عوامی بھلائی کے لیے کیا گیا ہے تو زیادہ سے زیادہ محصولات کی قربانی دینا بھی جواز ہے۔

۸۔۸۰:۔ جب تک نہ قدرتی وسائل کی تقسیم کاری یا تفویض عوامی بھلائی یا معاشرتی بھلائی کے لیے نہ

ہو، تب تک اس کو عملی طور پر بلا معاوضہ کسی نجی کاروباری کو آئین کی ضابطہ ۱۴ اور ضابطہ (٦)۳۹ کی منظوری کے بغیر اُس کے حق میں وقف نہیں کیا جا سکتا۔‘‘

مندرجہ بالا فیصلوں میں سے، مندرجہ ذیل اصول اُبھارے گئے ہیں:۔

(i) عام طور پر جب ریاست کی اراضی کو منتقلی کا ارادہ رکھتی ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ اُن کی عوامی نیلامی کرے یا لوگوں سے تقدیمات طلب کرے۔ ریاست کو یہ یقینی بنا ہوگا کہ اسے تفویض کرد وسائل کا مناسب معاوضہ ملے۔ تاہم تقدیمات کی عدم فراہمی یا عوامی نیلامی کا عدم انعقاد کو انتظامیہ کی طاقت کا من مانا استعمال نہ سمجھا جائے گا۔ انتظامیہ کا فیصلہ مناسب فیصلہ سازی کا نتیجہ ہونا چاہیے۔

(ii) ضابطہ (٦)۳۹ کے مطابق اس تفویض کی مشترکہ بھلائی پر غور کرنا ہوگا اور ضابطہ ۱۴ کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیے تاہم کسی بھی معاشرتی یا فلاحی مقصد کے بغیر، صرف تجارتی استحصال جس میں نجی مفاد حاصل ہو یا قدرتی وسائل تفویض کرنا، ایک اعلیٰ عدالتی جانچ پڑتال کی حمایت کرتا ہے اور اگر یہ مقابلہ غیر مسابقتی اور غیر محصولاتی ذرائع سے کیا جاتا ہے تو ضابطہ ۱۴ کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

اوپر بتاتے گئے اصولوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم نے پورے مواد پر غور کیا ہے۔ اس بات کا فیصلہ کرنا چاہیے کہ آیا یہ اراضی جو اکیڈمی کو تفویض کی گئی ہے کیا یہ اُپر دیے گئے اصولوں کے دائرے میں آتی ہے۔ اس مقدمہ ہذا میں جو اراضی تفویض کی گئی ہے وہ ایک نجی ادارے کو غیر محصول سے زیادہ سے زیادہ ذرائع پر کی گئی ہے۔ فرض کریں یہ اکیڈمی طلبہ کی آڑ میں تجارتی سرگرمیوں کے لیے استعمال ہو رہی ہے اس صورت میں دو سوالوں کا دیکھنا ضروری ہے۔ پہلا سوال یہ کہ کیا جو یہ اراضی اس اکیڈمی کو تفویض کی گئی ہے کیا یہ کسی سماجی فایدے کے لئے دی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے اس اراضی کی نلامی نہیں کی گئی۔ دوسرا سوال یہ کہ کیا اس تفویض کی وجہ سے اچھا خاصہ معاوضہ وصول نہیں ہوا ہے۔

(۷) جہاں تک تفویض کا بنیادی مقصد ہے، ہمارا ماننا ہے کہ ہائی کورٹ کے دو ججوں کی بیٹھک نے اپنا فیصلہ صحیح نہیں دیا ہے۔ جس فیصلہ میں اکیڈمی کی اُس گزارش کو رد کیا تھا جس میں اکیڈمی نے کہا تھا کہ یہ جو آراضی اس کو تفویض ہوئی تھی وہ طلبہ کی بہتری کے لئے تفویض ہوئی تھی۔ دو ججوں کی بیٹھک نے اپنے اس فیصلہ میں ایک جوازیت یہ بھی بتائی ہے کہ اُس نے اس تفویض کو اس لیے خراج کیا ہے کہ اکیڈمی اور سرکار کے بیچ طلبہ کی بہتری کو لے کر کوئی بھی ہم آہنگی نہیں ہوئی تھی۔ تاہم صرف ایک واضح بیان جو کہ اکیڈمی کی طرف سے اپنے طلبہ کی اچھائی کے لئے نہ دیا تھا اس بات کو خارج نہیں کرتا کہ اُس نے جو بھی اقدامات اُٹھائے تھے وہ صرف اور صرف اپنے طلبہ کی بہتری کے لئے ہی اُٹھائے تھے۔ جو کہ اُس نے اپنی نمائندگی میں جو اُس نے سرکار کو پیش کی تھی اُس میں گزارش کی تھی کہ اُس کے طلبہ کو اُس جگہ سے نکال دیا گیا ہے اور اس بنیاد پر سرکار نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ اس مرحلے پر یہ مناسب ہوگا کہ عدالت ہٰذا نے جو مشاہدے شری لیکھا ویدیارتھی بنام اُترپردیش سرکار ۱ (۱۹۹۱ء) اس سی سی ۲۰۱۲ء مقدمے میں کیئے ہیں اُن کا ذکر حسب ذیل ہے۔

''۳۶ ۔ سالس کے معنی اور حقیقی درآمد زیادہ آسانی سے دیکھے جاتے ہیں اور پھر واضح طور پر بیان یا وضاحت کی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ کاروائی کوئی من مانی کاروائی ہے یا نہیں تو بالآخر حقائق پر اور اُس دیئے گئے معاملے کے حالات کو مدے نظر رکھ کے جواب دینا چاہے اس بات کو جاننے کے لئے ایک واضح امتحان یہ ہے کہ آیا نا معلوم فعل سے کوئی قابل ہم اصول اُبھر رہا ہے۔ اور اگر ایسا ہے تو کیا یہ معقولیت کی آزمائش کو پورا کرتا ہے۔ جہاں کسی فعل کو کرنے کے لئے ایک طریقہ وضع کیا جاتا ہے اور اس طریقہ کار پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ بصورت دیگر اس فعل کی کارکردگی اور اس انداز میں جو کسی قابل فہم اصول کو ظاہر نہیں کرتا جو معقول ہے۔ تو اس صورت میں وہ خود ہی زور زبردستی کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔

مندرجہ بالا نتیجہ کی بنیاد پر یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ایک انتظامی اختیار والی کاروائی صرف اس بات پر ایک خودمختار فیصلہ نہیں مانا جاتا کہ اس فیصلے میں اُس بات کا ذکر نہیں ہے جس بات کے لئے وہ فیصلہ لیا جارہا ہے۔ اور وہ ایک معقول اصول ہے۔ عدالت کو اس بات کو دیکھنا ہوگا کہ آیا اس معاملے میں حقائق اور حالات سے اس طرح کا معقول اصول قابل فہم ہے یا نہیں۔ عدالت اس بات کی تعین کر سکتی ہے آیا عمل آواری کے ذریعے ارد گرد کے حقائق اور حالات کا جائیزہ لے کر جس میں ایگزیکٹیو کا رروائی کا اثر مرتب ہوا تھا اس کا کوئی مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ اپیلانٹ ایک نجی تعلیمی ادارہ ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ حکومت نے جو فیصلہ لیا تھا وہ اس فائدے کے لئے نہیں لیا گیا تھا کیونکہ اس فایدے کا ذکر کسی لکھنت پڑت میں اس ادارے اور سرکار کے بیچ نہیں ہوا تھا جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ یہ آراضی ان طلبہ کی بہتری کے لئے تفویض ہونی چاہے۔ جو طلبہ اس اکیڈمی میں زیر تعلیم ہیں۔ کیوں کہ یہ سب باتیں خود بہ خود فیصلہ سے ظاہر ہورہی تھی۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اپیلانٹ کو وقف اراضی سے اس لئے نکالا گیا کہ واقف کو خود اس اراضی کی ضرورت تھی، نہ کہ اس وجہ سے نکالا کہ اس نے کوئی کوتاہی کی یا اس نے اس زمین کو ناجائیز طریقہ سے رکھا تھا۔ ان حالات میں اپیلانٹ کے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔ ماسوائے اس کے کہ وہ سرکار کے پاس اپنے لیے اراضی تفویض کرنے کے لئے چلا گیا۔ یہ بھی پایا گیا کہ حکومت کو اس معاملے کو پُر امن طریقے سے حل کرنے کے لئے اس وقف آراضی کو خالی کروانے اور طلبہ کو بغیر خلل ڈالے یہ اقدام اُٹھانا پڑا۔

(۸) ہندوستان کا آئینی ضابطہ ۳۸ اور ۳۹ بتاتے ہیں کہ حکومت کو عوامی فلاح و بہبود کو بڑھاوا دینا چاہے اور عوام کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی حقوق کا تحفظ کرنا چاہے۔ یہ تمام حقوق اُن کے معاشی اور صحت کی ضرورتوں کو ڈھانپتے ہیں اور ان سب چیزوں کے لئے پڑھائی کا ہونا لازمی ہے۔''

(۹) پڑھائی کو بڑھاوا دینا سرکار کی آئینی ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری تعلیمی ادارے چلانے والے

معاشرے کی بھی ہے۔طلبہ جو ہوتے ہیں وہ ملک کا مستقبل ہیں۔ پڑھائی ہی ایک ایسا واحد ذریعہ ہوتا ہے جو انسان کو اُس کی اقتصادی زندگی کو بڑھاوا دے سکتا ہے۔ یہ ایک واحد ذریع ہے جس سے جمہوریت کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔ ہندوستان کے آئین نے پڑھائی کی خاطر کافی معقول توجہ پیش کی ہے۔اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ طلبہ کی خاطر نہ صرف تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں بلکہ تعلیم کی سرگرمیوں کے مختلف حصوں کی باقاعدہ کرنے کی ضرورت ہے۔ مذید یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہ صرف تعلیمی اداروں کا قیام اور اُن کی انتظامیہ کی بلکہ معاشروں کے زیرانتظام تعلیمی اداروں کے لئے مالی امداد فراہم کرنے کی بھی ضرورت ہے جیسا کہ مہاتما گاندھی مشن بنام بھارتیہ کام گار سینا (۲۰۱۷) چار اس ۔سی۔سی ۔۴۴۹، پیرا۳۶۔۱۳اور ۳۹ میں ان تمام باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس لئے ہمارے خیال میں حکومت نے جو اقدامات اپیلانٹ کو آرضی تفویض کرنے کے لئے اُٹھائے ہیں وہ اقدامات عوامی فلاو بہبود کی خاطر اُن سینکڑوں طلبہ کی پڑھائی کو مدنظر رکھتے ہوئے اور معاملے کی عجلت کو دیکھتے ہوئے اُٹھائے گئے اقدامات تھے اور اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ اقدام سماجی اور فلاحی مقصد کے لئے اُٹھائے تھے۔ عام حالات میں زمینوں کے تفوض عمل کے لئے معمول کے مطابق اشتہاروں یا نیلامی کے ذریعے کام کیا جارہا تھا۔لیکن موجودہ صورتحال نے اکیدمی میں زیر تعلیم بچوں کے مستقبل کو خراب ہونے سے روکنے کے لئے معیاری طریقہ کار سے انحراف کی ضمانت دی۔ ہمارے خیال میں ریاستی حکومت سے کی جانے والی کاروائی کو صوابدیدی کا سامنا نہیں کرنا پڑا کیونکہ یہ کاروائی فلائی مقصد کے ساتھ کئی گئی کاروائی تھی۔

(۱۰) اس کے علاوہ ہم نے ایسی کوئی وجہ نہیں پائی جس وجہ پر ہم سرکار کی اس تجویز کو رد کریں جس میں اس نے کہا ہے کہ اُس نے اپیلانٹ کو چار کنال زمین ردو بدل کے طور پر دی ہوئی ہے۔ کیونکہ سرکا نے اس لیے یہ فیصلہ لیا تھا کہ وہ اپیلانٹ کو اُس تنازعے والے اراضی سے اُٹھانا چاہتی تھی تا کہ اس

تنازے سے مقامی لوگوں میں کوئی بد امنی نہ پھیل جاتی۔ دوسری طرف ہم نے یہ بھی پایا ہے کہ سرکار نے جو بھی اقدامات اُٹھائے تھے وہ صاف شفاف مناسب اور بغیر کسی طرف داری کے اُٹھائے گئے اقدامات تھے۔

(۱۱) اب ہم دوسرے سوال کی طرف رُخ کرتے ہیں جو یہ ہے کہ سرکار نے کتنا معاوضہ وصول کیا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے ہم اس مشاہدے کو پیش کرتے ہیں جو نیچرل ریسورس ایلوکیشن ان ری میں طے ہوا ہے جو کہ اس طرح ہے:۔

''۲۰۰۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کوئی بھی قدرتی وسائل محض ایک نجی استعمال کے لئے خیرات، عطیہ انعام واکرام یا اثاثے کے طور نہیں دیا جا سکتا۔ چھوٹے سے چھوٹے قدرتی وسائل کے بدلے ایک قیمت وصول کرنی چاہے اور وہ وصولی کمائی کی نوعیت پر ہونی چاہے۔ کسی بھی قدرتی وسائل کو نہ تو مفت میں تقسیم کیا جانا چاہے اور نہ ہی اُس کی اصلی قیمت سے کم قیمت وصول کرنی چاہئے۔ شہریوں کا ایک مجموعہ شہریوں کے دوسرے مجموعے کی قیمت پر ترقی نہیں کرسکتا۔ اور ایسا کرنا جائز اور مناسب نہیں ہوگا۔''

اس لئے اس بات کی تحقیقات کرنی چاہے کہ جو سرکار نے پیسہ وصول کیا ہے کیا وہ کافی ہے۔

(۱۲) ہمارے خیال سے جو دو کنال آراضی اپیلانٹ کو مفت میں دی ہے وہ قانون کی نظر میں غلط ہے۔ یہ بھی عیاں ہے کہ اپیلانٹ نے جو قیمت ادا کی ہے وہ صرف دو کنال آراضی کی ادا کی ہے۔ اور باقی کی دو کنال آراضی اُسے مفت میں دی گئی ہے۔

اس بات کا جھگڑا نہیں ہے کہ اَسّی ہزار روپے فی کنال نیلامی کی رقم طے ہوئی ہے اور جو تفویض کے وقت لی گئی تھی۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سرکار نے اَسی ہزار روپے فی کنال کے حساب سے قیمت طے کی تھی۔ یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اَسّی ہزار روپے فی کنال کی قیمت طے کرنے پر کوئی

جھگڑا بھی نہیں ہے۔تاہم، ہم اس دلیل کو قبول کرنے سے قاصر ہیں کہ دو کنال اراضی جو مفت میں تفویض کی گئی تھی وہ جائز تھی۔اور یہ سب مواد کی عدم موجودگی میں کیا جارہا ہے جو مواد یہ ظاہر کرتا کہ یہ سکول خیراتی اور تعلیم کے مقصد کے لئے پوری طرح چلایا جارہا تھا۔اس بات کی وضاحت کے لئے یہ ضروری ہے کہ عدالت ہذا کے اُن مشاہدات کا ذکر کریں جو مشاہدات اس نے یونین آف انڈیا وغیرہ بنام جین سھانئ دہلی وغیرہ میں حسب ذیل طریقے سے کئے تھے:۔

''۱۱۔معاملے سے الگ ہونے سے پہلے، ہم یہ خیال کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ حکومت اسکولوں اور خیراتی اداروں کواراضی کی تفویض سے متعلق پوری پالیسی پر نظر ثانی کرے جب یہ عوامی اثاثہ ان اداروں کو دیا جارہا ہوتا ہے تو اُس وقت اُس اراضی کے استعمال کنندہ کے لئے اور ان اسکولوں اور اداروں کے کام کرنے کے طور طریقوں کے لئے جو اسکول اور ادارے اس اراضی پر بنائے گئے ہوں کچھ سخت شرائط کو جوڑنا ہوگا اور وہ عائد کردہ شرائط عوامی مداخلت سے ہم آہنگ ہونی چاہئیں، اور ہمیشہ یہ شرط رکھنی چاہیے کہ اگر ان بتائی گئی شرطوں میں سے کسی شرط کی خلاف ورزی کی گئی تو اس صورت میں حکومت اُس اراضی کو واپس لے سکتی ہے۔نہ صرف یہ شرائط عائد کرنی چاہئیں بلکہ ان کو لاگو کروانے میں ایک کڑی نظر رکھنی چاہیے۔جبکہ ہم جواب دہندہ کے ذریعہ چلائے جانے والے خاص اسکول کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں۔یہ سب جانتے ہیں کہ کچھ اسکول مکمل طور پر تجارتی سطح پر چلائے جارہے ہیں۔اور بہت ساری فیس اور عطیات وصول کئے جارہے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ الاٹی کو یہ اجازت دی جائے کہ وہ عوامی املاک کی مدد سے پیسے حاصل کرے۔ہمیں یقین ہے کہ اوپر دیئے گئے مشاہدات کی روشنی میں حکومت اس کے لئے ضروری اقدامات کرے گی۔''

مذکورہ بالا مشاہدے سے پتہ چلتا ہے کہ عوامی املاک کو ایک غیر منافع بخش تعلیمی ادارے کو عوامی

مفاد کے لئے رعایت قیمت یا مفت میں کچھ سخت شرائط کا ذکر کر کے دے سکتے ہیں۔لیکن یہ عوامی املاک منافع بخش تعلیمی ادارے کو نہیں تفویض کی جائے گی اور اگر کی تو اس کی جوازیت دینی ہوگی۔

(۱۳) اس طرح ہمارے خیال میں اس دو کنال اراضی کی وجہ سے جو کہ مفت میں تفویض کی گئی ہے اس سے عوامی خزانے میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپئے کا نقصان ہوا ہے۔لیکن ہم اس بات کا بھی احترام کرتے ہیں کہ یہ اکیڈمی اس تفویض شدہ اراضی پر پچھلے کئی سالوں سے چلی آرہی ہے اور اس اراضی پر اس اکیڈمی کے لئے ایک نئی عمارت تعمیر کی گئی تھی۔اب اس منتقلی کو صرف اس لحاظ سے بچایا جا سکتا ہے کہ اکیڈمی کو موقعہ دیا جائے کہ وہ اس مالی خسارے کی بھرپائی کرے۔کچھ مشاہدات کو جو مشاہدات کورٹ ہذا نے آئی ٹی سی لمیٹڈ بنام اُتر پردیش سرکار (۲۰۱۱) سات ایس سی سی ۴۹۳ میں بیاں کئے گئے۔ان کا ذکر کرنا لازمی ہے جو اس طرح سے ہیں:

''۱۰۷ اگر منتقل علیہ نے نیک نیتی سے کام کیا ہے اور وہ بے قصور تھا تو منتقلی کو بچانا ممکن ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ دوبارہ اس سوال کے جواب پر منحصر ہوگا کہ آیا ضوابط کی خلاف ورزی کے نتیجے میں عوامی مفادات کو نقصان پہنچا ہے یا پہنچنے والا ہے:

(i) اگر ان ضوابط کی خلاف ورزی سے عوامی مفاد کو نہ ہی نقصان پہنچا ہے اور نہ ہی پہنچنے والا ہے، تو اس صورت میں منتقلی برقرار رہی گئی اور خلاف ورزی منفی اثرات کے بغیر محض تکنیکی طریقہ کار مانی جائے گی۔

(ii) دوسری طرف، اگر ان ضوابط کی خلاف ورزی سے عوامی مفاد کو ہمیشہ کے لئے نقصان پہنچا ہے یا پہنچنے والا ہے۔مثال کے طور پر (ماحولیاتی تنزل یا نہ بھرپائی ہونے والا نقصان) تو اس صورت میں عوامی مفاد یا دلچسپی غالب آنی چاہئے اور تبادلہ منسوخ ہونا چاہئے۔

(iii) لیکن جہاں پر ان ضوابط کی خلاف ورزی کے نتائج صرف ایک کم رقم کی وصولی ہے، تو اس صورت میں تبادلہ کو بچاتے ہوئے منتقل علیہ کو موقعہ دیا جانا چاہئے کہ وہ اس مالی خسارے کی بھرپائی کرے۔

۲۔۱۰۷: مذکورہ بالا ورزش ناموافق ہوسکتی ہے لیکن معاہدوں اور تبادلوں کے تقدس کو بچانے کے لئے ایسا کرنا بالکل ضروری ہے۔ اگر حکومت یا اس کے اہلکاروں کو اختتامی منتقلی سے بار بار سہارا لیا جاتا ہے تو حکومت کے اس کام سے عوامی اور بین لااقوامی برادری کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی۔ حکومت اور اس کے اہلکاروں کی ساکھ کو بچانے کے لئے جہاں بھی ممکن ہوا اختتامی منتقلی کو بچانے کے لئے ہمیشہ کوشش کی جانی چاہے۔ بشرطیکہ (ا) یہ کہ یہ عوامی مداخلت کا تعجب نہ لگے یا عوامی خزانے کو نقصان نہ پہنچائے یا عوامی فسادات کا باعث نہ بنے، اور (اا) یہ کہ وہ بے قصور ہے اور ضابطے کی خلاف ورزی میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

۳۔۱۰۷:۔ اگر اختتامی منتقلی کو بچایا نہیں جاسکتا ہے اور اسے منسوخ کرنا پڑا ہے تو اس صورت میں بے گناہ اور بے قصوار منتقل علیہ کو اس کی طرف سے ادا کی جانے والی تمام ادائیگیوں اور منتقلی کے سلسلے میں اس کے ذریعہ ہونے والے تمام اخراجات کی ادائیگی سود کے ساتھ کی جانی چاہے۔ اگر عوامی مداخلت اور عوامی خزانے کو نقصان پہنچائے بغیر منصفی بنیاد پر کچھ اور معاوضہ دیا جاسکتا ہے تو اس طرح کے معاوضے کی فراہمی پر بھی غور کیا جانا چاہے۔

(۱۴) معاملے کی حقیقت کی جانچ کرتے ہوئے اور اُپر دیئے گئے مشاہدے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ عیاں ہو چکا ہے کہ اپیلانٹ کو اس خسارے کی بھرپائی کرنے کے لئے ایک موقعہ دیا جانا چاہے۔ کیونکہ جو نقصان سرکاری خزانے کو دو کنال اراضی مفت میں تفویض کرنے سے ہوا ہے اس نقصان کو نہ بھرپائی ہونے والا نقصان نہیں مانا جاسکتا ہے۔ نہ ہی ہم نے یہ پایا کہ اپیلانٹ نے اس تفویض کو پانے کے لئے کوئی من مانی کی ہے بلکہ اس نے ایک جائیز طریقہ کار اپنایا ہے اور یہ اس بات سے میل جول کھاتا ہے جس بات کا ذکر فیصلہ کی شروعات پر ہی کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ سرکار کو چاہے کہ وہ عوام کو مناسب طریقے سے ان قدرتی وسائل کی منتقلی کرے۔

(۱۵) لہٰذا اپیلانٹ کو چاہیے کہ وہ اس مفت دو کنال اراضی کی قیمت اَسّی ہزار روپے فی کنال کے حساب سے ادا کرے جو کہ تفویض کے وقت ایک اوسط قیمت طے کی گئی تھی۔ اپیلانٹ کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ چھ فیصد کے حساب سے ماہوارہ سود اراضی تفویض کے وقت سے لے کر رقم ادا کرنے تک ادا کرنے کا پابند ہے۔ یہ ادائیگی اس تاریخ سے تین مہینے کے اندر اندر ادا کی جانی چاہیئے۔

(۱۶) مندرجہ بالا کے پیش نظر، اپیلوں کو منظوری دی جاتی ہے دو ججوں کی بیٹھک کا دیا گیا فیصلہ جو فیصلہ 1 اپریل 2009 کو سنایا گیا ہے اُسے مسترد کر کے ایک جج کے دیئے گئے فیصلے کو جو فیصلہ 25 اپریل 2008 کو او۔ڈبلیو، پی نمبر 1093 سال 2002ء اور او۔ڈبلیو۔ پی نمبر 10 سال 2003 میں سنایا گیا تھا اُسے مذکورہ بالا ترمیم کے ساتھ بحال کیا جاتا ہے۔

ج.........................

(این۔وی۔رامانا)

ج..............................

(موہن۔ایم۔شناتنا گودھر)

نئی دہلی

۳۰/ اکتوبر ۲۰۱۸ء

دستبرداری کی شق:-

’’مقامی زبان میں ترجمہ شدہ فیصلہ مدعی کے محدود استعمال کے لیے ہے کہ وہ اسے اپنی زبان میں سمجھے اور اسے کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ تمام عملی اور سرکاری مقاصد کے لیے فیصلے کا انگریزی ورژن مستند ہوگا اور عمل درآمد کے مقصد کے لیے میدان کا انعقاد کرے گا۔‘‘